محمد حفیظ اللہ پھلواروی - کراچی

سلاطینِ عثمانیہ کی رواداری

کرۂ ارض پر مسلم حکومتیں جہاں بھی موجود تھیں، اُن کی عام اسٹیٹ پالیسی یہ تھی کہ غیر مسلموں کا خصوصیت کے ساتھ خیال رکھا جائے۔ ان ہی مسلم حکومتوں میں سلاطین عثمانیہ کی بھی ایک باعظمت حکومت تھی، جہاں عیسائیوں اور یہودیوں کو غیر معمولی مراعات حاصل تھیں۔ پروفیسر گولڈ زیہر (GOLD ZIHER) اپنی کتاب لیسنز آف اسلام (LESSONS OF ISLAM) میں رقمطراز ہے کہ:

"جب سے سلطنتِ عثمانیہ عالم اسلام میں ایک چوٹی کی سلطنت تسلیم ہونے لگی، اس نے تشدد کی حکمت عملی کو مٹا کر ہاشمی اخوت اور اسلامی ہمدردی سے اپنے زیرنگیں اقوام کے دلوں کو مسخر کر لیا۔ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ اس وقت جب ترکوں کی فتوحات نے ایک دنیا میں تہلکہ مچا رکھا تھا۔ عیسائیوں کو جو روز ازل سے اسلام کے مخالف چلے آتے ہیں، مراعات عطا کرنا ان کی مذہبی رواداری، نسلی بلند خیالی اور قومی ایثار کی ایک ایسی شاندار مثال ہے جس کی نظیر اقوامِ یورپ کی تاریخ میں ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتی، لیکن افسوس ہے کہ اس عیسائی مذہبی تعصب کی وجہ سے کسی احسان تک بھی یاد نہیں رکھتے۔"

ترکوں نے جب ایشیا اور یورپ میں فتوحات حاصل کیں تو اُن کا شروع ہی سے یہ رویہ رہا کہ وہ کسی فرقہ کے مذہبی یا معاشرتی معاملات میں دخل نہیں دیتے تھے۔ اُن کی یہی پالیسی ایشیا میں تھی اور یہی پالیسی یورپ میں بھی قائم رہی، اور اسی مصالحانہ پالیسی کا یہ نتیجہ تھا کہ مفتوحہ اقوام اُن کی گرویدہ بن گئی تھیں، اور اپنے ہم مذہبوں کی حکومت پر مسلمانوں کی حکومت کو ترجیح دیتی تھیں۔ ترکوں نے صرف اسی حد تک نہیں کیا کہ غیر مسلموں کو ہر قسم کی آزادی عطا کر دی۔ بلکہ اس سے بڑھ کر انہوں نے یہ کیا کہ ہر مذہبی فرقہ کو اپنا جداگانہ قومی انتظام قائم کرنے کے لئے سہولتیں بہم پہنچائیں اور انہیں ایسی اجتماعی آزادیاں بخش دیں، جو ایک خود مختار سلطنت کی خود مختاری کے قطعاً منافی ہیں۔

اس طرح انہوں نے غیر مذاہب والوں کو ایسے امتیازات عطا کئے جو آج تک کسی حکمران قوم نے دوسری قوم کو نہیں دئے، اور یہ سب کچھ انہوں نے اس زمانہ میں کیا جبکہ دنیا میں مذہبی تعصب عام تھا۔ اور جبکہ دنیا کی کوئی سلطنت ان سے زیادہ قوی نہ تھی، اور اقلیتوں کا سوال اٹھانے کی کسی کو جرأت تو کیا کسی کے دل میں تصور بھی نہیں آسکتا تھا۔

ایڈمنڈ انگلہٹ ——— سابق سفیر متعینہ قسطنطنیہ لکھتا ہے:

"جو رعایت اور خاص حقوق عیسائی باشندوں کو سلطنت میں حاصل ہیں وہ خالص مذہبی ہیں اور مذہبی آزادی کی حیرت انگیز مثال پیش کرتے ہیں۔ تمام اقوام کو نہایت وسیع ملکی حقوق حاصل ہیں، اور ایک طرح سے انہیں اپنی اندرونی اور عائلی زندگی میں ایسی خود مختاری حاصل ہے، جو کسی دوسری سلطنت نے اپنی رعایا کو عطا نہیں کی۔ (دی ٹرکس ——— (فرنچ) ص۲۷)

۱۸۵۶ء میں عہدنامہ پیرس کے مبادیات طے کرنے کے لئے جو کمیشن قسطنطنیہ گیا تھا اس نے دوران مباحثہ میں اس امر کو تسلیم کیا کہ ترکی میں رعایا کو جو حقوق و مراعات حاصل ہیں، وہ اس قدر غیر معمولی ہیں کہ خود مختار حکومت بہ مشکل اس کو گوارا کر سکتی ہے۔ ان سب کے ساتھ عیسائی اقوام ان ملکی سیاسی حقوق سے بھی مستفید ہوتی ہیں، جو عام قانون کی رو سے ترکوں کو حاصل ہیں۔ اسطرح ترک خود اپنے ہی ملک میں قلیل التعداد جماعتوں سے قانون میں فروتر ہیں۔ کیا دنیا میں کوئی حکومت بھی ایسی ہے جو بے تعصبی کی ان مثالوں میں ایک بھی مثال پیش کر سکتی ہے؟

ترکوں نے جب ایشیا میں فتوحات حاصل کیں تو ان کا ہمیشہ سے یہی رویہ رہا کہ وہ کسی قوم کے مذہبی یا معاشرتی معاملات میں دخل نہ دیتے۔ یہی پالیسی انہوں نے بازنطینی سلطنت کے جو علاقے فتح کئے وہاں بھی قائم رکھی۔ اور اس مصالحانہ اور فیاضانہ پالیسی کی بدولت مفتوحہ اقوام بلا چون وچرا ترکوں کی حلقہ بگوش ہوتی گئیں۔

سلطان ارخان نے اعلان کیا تھا کہ:

"سلطنت عثمانیہ میں عیسائیوں کو وہی درجہ اور حقوق حاصل ہوں گے۔ جو مسلمانوں کو حاصل ہیں۔ ان کے گرجے اور معابد محفوظ رہیں گے۔ نئے گرجوں اور معابدوں کی تعمیر کی کامل آزادی ہوگی عیسائیوں کی جان ومال اور آبرو کے تحفظ کی سلطنت ترکیہ ذمہ دار ہوگی۔ اگر کسی عیسائی کو ایک خراش بھی آئے گی تو ایسا کرنے والوں کو سخت سزا دی جائے گی، اور عیسائیوں کو ان کے نقصانات کا معاوضہ دیا جائے گا۔"

بازنطیم کا مورخ جس نے قسطنطنیہ کی فتح کا حال لکھا ہے، لکھتا ہے کہ :
" بایزید جیسا حشم ناک سلطان بھی عیسائیوں کے ساتھ فیاضی اور دریا دلی سے پیش آیا اور عیسائیوں کو اپنے دربار میں داخل کر کے ان کے دلوں کو تسخیر کیا۔"
سلطان مراد ثانی کو عدالتوں کے انتظام کی طرف توجہ کرنے سے نہایت شہرت حاصل ہوئی اور ان تمام خرابیوں کی اصلاح ہو گئی، جو عیسائی شہنشاہان روم کے وقت کی تھیں۔ ترکی حکام میں سے ایسے لوگوں کو جنہوں نے رعایا پر ظلم کئے، سخت سزائیں دیں۔
یونانی ادبیات کا مشہور مورخ کروم باخر لکھتا ہے :
" قسطنطنیہ کے سقوط کے عین ماقبل زمانے میں بیزنطینیوں کو لاطینی اہل مغرب سے کچھ اتنی شدید نفرت پیدا ہو گئی تھی کہ وہ اسلام سے نفرت پر غالب آگئی تھی اور بکثرت تالیفوں میں نہ صرف یہ سوال اٹھایا جانے لگا کہ ____ کیا مسلمانوں کے ہاتھوں میں پڑنا لاطینوں کے ہاتھوں میں پڑنے سے بہتر نہ ہو گا۔؟ اس سوال کا اثبات میں جواب دیا جاتا رہا۔"
قسطنطنیہ کو جب سلطان محمد فاتح نے فتح کر لیا تو عیسائی لرز رہے تھے کہ نہ جانے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا۔ لیکن عیسائی یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ ان کی دبدبہ دشمنی کے باوجود ان کے ساتھ بڑی رواداری اور محبت کا سلوک کیا گیا۔ انہیں مذہبی رسوم ادا کرنے کی پوری آزادی دے دی گئی، اور گرجاؤں کا تحفظ کا پورا انتظام کر دیا گیا۔
مسٹر آرنلڈ سلطان کی اس رواداری پر رائے زنی کرتے ہوئے لکھتا ہے :
" سلطان محمد ثانی نے قسطنطنیہ پر قبضہ کرنے اور شہر میں امن ہونے کے بعد پہلا انتظام یہ کیا کہ یونانی کلیسا کا حامی اور سرپرست بنا تاکہ عیسائی اسکی اطاعت قبول کریں۔ عیسائیوں پر سختی ہونے کی ممانعت کر دی اور ایک فرمان جاری کیا جس کے بموجب قسطنطنیہ کے لئے بطریق کو اور اُس کے جانشینوں اور ماتحت اسقفوں کو قدیم اختیارات جو حکومت سابقہ میں ان کو حاصل تھے، دئے گئے اور جو ذریعے اُن کی آمدنی کے تھے وہ بحال ہوئے، اور جن قواعد سے مستثنیٰ تھے، اُن سے مستثنیٰ کئے گئے۔ گناد س کو جو ترکوں کی فتح کے بعد قسطنطنیہ کا پہلا بطریق ہوا، سلطان نے اپنے ہاتھ سے وہ عصا عنایت فرمایا جو اُس کے منصب کا نشان تھا، اور ایک خریطہ جس میں ایک ہزار اشرفیاں تھیں اور ایک گھوڑا جس پر بہت تکلف کا سامان تھا، اُس کو دیا، اور اجازت دی کہ وہ اپنے قدیم سامان جلوس کے ساتھ شہر میں سوار ہو کر دورہ کرے۔

عیسائیوں کو اختیار دیا گیا کہ مذہبی رسوم اپنے اپنے دستور کے مطابق علی الاعلان ادا کریں۔
(سفینے - تیسری جلد)

سلطان محمد ثانی کے عہد حکومت میں بہت سے ممتاز اور شریف عیسائیوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ یورنڈ سائرس ایک عرصہ دراز تک امریکی مشنری کی حیثیت سے ترکی میں مقیم رہے ہیں انہوں نے اپنے طویل دوران قیام میں ترکوں کو اچھی طرح دیکھا اور پرکھا۔ وہ ترکی کے مسلمانوں کے کردار پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ترکی افسر عموماً مہربان ہوتے ہیں۔ تمام تکالیف اور مصائب جو پروٹسٹنٹ مشن کو ترکی میں برداشت کرنی پڑی ہیں اس کے باعث وہ عیسائی رہنما اور کلیسا ہیں جو پروٹسٹنٹوں کے مخالف ہیں۔ ترکی عموماً متحمل مزاج واقع ہوئے ہیں۔ قرآن میں خصوصیت کے ساتھ یہ حکم دیا گیا ہے کہ اہل کتاب کو یعنی اُن مذاہب کے ماننے والوں کو جو الہامی کتاب رکھتے ہیں، آزادی دینا چاہیئے اور اس حکم کے بموجب عیسائیوں کے متعدد فرقے نیز یہودی اسلامی سلطنت کی حفاظت میں آگئے ہیں۔ اور بڑے آرام سے ہیں۔ روسیوں اور ترکوں میں یہی تو فرق ہے کہ ترکی میں عیسائیوں کے تمام فرقے مسلمانوں کی طرح آزادی کے ساتھ اپنے مدرسے اور کنیسے قائم کر سکتے ہیں اور دوسرے لوگوں کو اپنے مذہب میں بھی داخل کر سکتے ہیں، لیکن روس میں کسی کو بھی مذہبی آزادی حاصل نہیں۔ ترک لڑائی کے وقت نہایت خونخوار اور وحشی ہیں، لیکن صلح کے زمانے میں بہت متحمل المزاج ہوتے ہیں۔ مسیحی مذہب اور رعایا کے حق میں یقیناً یہ بہتر ہوگا کہ ترک یورپ میں رہیں۔"

اگر آل عثمان میں سے کبھی کسی سلطان نے رواداری کے راستہ سے ہٹنے کی کوشش کی مسلم علماء نے ایسا کرنے سے روک دیا۔ چنانچہ تاریخوں میں یہ واقعہ درج ہے کہ ایک مرتبہ سلطان سلیم اوّل نے جو عثمانیوں میں سے سب سے جابر حکمران تھا، مفتی اعظم شیخ جمالی سے دریافت کیا کہ "ملک کا فتح کرنا بہتر ہے یا اقوام عالم کا مسلمان بنانا۔؟" مفتی اعظم نے فرمایا۔ "لوگوں کو مسلمان بنانا زیادہ ضروری ہے۔" مفتی اعظم کے اس فتوے کے بعد سلطان سلیم نے عمال کو یہ ہدایت کر دی کہ وہ ترکی عوام کو مسلمان بنانے کی کوشش کریں۔ اور کہا کہ میری سلطنت میں جو غیر مسلم نظر آئے گا، اُسے قتل کر دیا جائے گا۔"

علامہ جمالی کو جب اس اعلان کا علم ہوا تو فوراً سلطان کے پاس گئے اور کہا:

"میرا مطلب یہ نہیں تھا کہ غیر مسلموں کو زبردستی مسلمان بنایا جائے۔ میرا مطلب یہ تھا کہ

دعوت و تبلیغ کے ذریعہ غیر مسلموں کو حلقۂ اسلام میں داخل کرنا ملک فتح کرنے سے بہتر ہے، لیکن آپ جو طریقہ اختیار کرنا چاہتے ہیں، قرآن پاک ایسا کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ غیر مسلموں سے جزیہ لے کر ان کے مذہب کے معاملہ میں آزاد چھوڑ دیا جائے۔"

یہ سن کر سلطان سلیم نے اپنا حکم واپس لے لیا۔ خالدہ ادیب خانم فرماتی ہیں کہ "شیخ الاسلام جمالی آفندی نے کہا کہ سلطان محمد فاتح نے رعایا کو جو مذہبی آزادی عطا کی ہے سلطان سلیم کو ان کے حقوق کے بارے میں شبہ تھا۔ شیخ الاسلام نے تین بڈھے جن کی عمر سو سو سال سے بھی زیادہ تھی، گواہ کے طور پر پیش کئے۔ یہ تینوں سلطان محمد فاتح کے جھنڈے کے نیچے لڑ چکے تھے، اور انہوں نے یہ شہادت دی کہ واقعی یہ حقوق عطا کئے گئے تھے۔ سلطان سلیم کو یہ خیال ترک کر دینا پڑا کہ لوگوں کو جبراً مسلمان کر کے سلطنت میں اتحاد پیدا کرے۔

یہ واقعہ کئی پہلوؤں سے اہمیت رکھتا ہے۔ ایک تو یہ کہ سلیم کا ساتھی جس نے خدا جانے کتنے وزیروں کو قتل کرا دیا، شیخ الاسلام کے آگے جو قانون اور شریعت کا نمائندہ ہے سر جھکا دیتا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اس وقت تک سلطنت عثمانی کا نظام اور اس کے اصول بڑے بڑے سلطان کی شخصیت سے زیادہ قوی تھے۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ جمالی آفندی اور تینوں بوڑھے سپاہیوں میں عثمانی قومیت کا احساس اس حد تک موجود تھا کہ وہ دل سے چاہتے ہوں کہ سارا ملک مسلمان ہو جائے، مگر انہوں نے اپنی سلطنت کے اصول کی حمایت فرض سمجھی۔

یونان کی فتح کے بعد ترکوں نے یونانی عیسائیوں کے ساتھ جیسی رواداری اور محبت کا سلوک کیا۔ اس پر روشنی ڈالتے ہوئے ایلسن فلپس اپنی کتاب "یونان کی جنگ آزادی" میں لکھتا ہے:

"سلطان کی عیسائی رعایا اپنے مذہبی ارکان کے ادا کرنے، دولت جمع کرنے، اور جس طرح چاہے تعلیم حاصل کرنے میں بالکل آزاد تھی۔ عیسائی کلیسا نیز حکومت کے اونچے درجہ تک ترقی کر سکتا تھا، ترجمان باب عالی یا کسی صوبہ کا گورنر ہو سکتا تھا۔"

سلطان سلیمان ثانی کا وزیر مصطفےٰ کوبرلی عیسائیوں کے حقوق کا خصوصیت کے ساتھ خیال رکھتا تھا۔ اگر کسی ترکی افسر کے ہاتھوں عیسائیوں پر زیادتی ہوتی تو اُسے سخت سزا دی جاتی۔ اس نے احکام جاری کر رکھے تھے کہ جب سلطانی فوج عیسائی آبادی سے ہو کر گذرے اور اُسے کسی چیز کی ضرورت ہو تو بازار کے نرخ کے مطابق نقد قیمت ادا کر کے اشیاء خریدے۔ زبردستی کوئی چیز نہ لی جائے۔

سلطان محمود ثانی نے ایک مرتبہ تقریر کرتے ہوئے جو کچھ کہا تھا۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ترکوں کی اسٹیٹ پالیسی کیا تھی۔ سلطان کے الفاظ یہ تھے:

"مسلمان صرف مسجدوں میں مسلمان سمجھے جائیں، عیسائی گرجوں میں، اور یہودی اپنی عبادت گاہوں میں یہودی تصور کئے جائیں، لیکن جب اپنی عبادت گاہوں سے باہر ہوں جہاں وہ صرف ایک ہی معبود کی عبادت کرتے ہیں۔ تو وہ یکساں سیاسی حقوق اور میری پدرانہ حمایت سے بالمساوات متمتع ہوں۔"

مؤرخ ڈریپر کا بیان ہے کہ "انصاف و عدالت اور مذہبی بے تعصبی میں اپنے عہد کے تمام عیسائی دنیا پر ترکوں کو وہی فوقیت رہی ہے، جو چھٹی صدی عیسوی میں عربوں کو تنزل یافتہ بیز نطائین کے مقابلہ میں تمام یورپ پر حاصل تھی۔"

پندرھویں صدی کے آخیر میں ہسپانیہ کے مظلوم یونانی جب کلیسائی حکومت کے مظالم سے تنگ آکر وطن سے نکلے تو انہوں نے سلطنت عثمانیہ کے دامن میں ہی پناہ لی۔ اٹھارویں صدی کے کچھ روز پہلے سلیشیا کے پروٹسٹنٹ بھی اسی تمنا میں رہتے تھے کہ جب موقع ملے ترکی ممالک میں جا کر آباد ہوں۔ ۱۸۳۶ء میں جب کاسک روسی بے گھر ہوئے تو انہیں بھی کہیں پناہ ملی تو آل عثمان کے دامن میں ملی۔

کرنل جمیس بیکر کا حسب ذیل تاریخی بیان خاص طور پر قابل مطالعہ ہے کہ ایک شخص جارج برنکوویچ نے جو گریک چرچ کا پیرو تھا، ایک رومن کیتھولک شخص اینا ڈس سے پوچھا کہ اگر تم کسی مسلم ملک میں فتح یاب ہو جاؤ تو کیا کرو گے۔؟ اس نے جواب دیا کہ تمام باشندوں کو جبراً رومن کیتھولک بناؤں گا۔ اس کے بعد برنکوویچ سلطان ترکی کی خدمت میں گیا اور ان سے سوال کیا کہ اگر تم کسی عیسائی ملک پر فتح یاب ہو جاؤ تو کیا کرو گے۔؟ وہاں سے اُسے جواب ملا کہ میں ہر مسجد کے قریب ایک گرجا بناؤں گا۔ اور تمام لوگوں کو اجازت دوں گا کہ وہ اپنے اپنے مذہب کے مطابق خواہ مسجدوں میں سجدہ کریں یا گرجاؤں میں صلیب کے سامنے جھکیں۔ جب اہل سرویا نے یہ سنا تو انہوں نے لیٹن چرچ کے محکوم بننے کے مقابلہ میں سلطان کی اطاعت کو زیادہ پسند کیا۔ (ٹرکی اِن یورپ از جمیس بیکر ص ۲۷۹)

ایک مقام پر لکھتا ہے کہ ایک مرتبہ کسی مفتی سے دریافت کیا گیا کہ اگر گیارہ مسلمان کسی ایسے عیسائی کو بے گناہ قتل کر دیں جو بادشاہ کی رعیت ہو اور جزیہ بھی ادا کرتا ہو تو کیا کیا جائے گا۔؟ مفتی نے جواب دیا کہ اگر ایک ہزار اور ایک مسلمان بھی ہوں گے تب بھی وہ سب کے سب قتل کئے جائیں گے۔ ص ۱۶۲

چارلس ولیم لکھتا ہے کہ: میں بلا تامل اس امر کا اظہار کرتا ہوں کہ ترکی حکام حکومت عثمانیہ کے اس حصہ میں عیسائیوں اور یہودیوں سے نہایت درجہ مصالحت کا برتاؤ کرتے تھے اور میں نے کبھی کوئی ایک واقعہ بھی ایسا نہیں سنا جس میں انہوں نے ان سے برا برتاؤ کیا ہو یا بڑے جھگڑے ہوں۔ درحقیقت جہاں تک میرا تجربہ ہے، میں کہہ سکتا ہوں کہ مسلمان عیسائیوں کے معاملہ میں بہت متحمل ہیں۔ عیسائیوں کو وہی حقوق اور رعائتیں حاصل ہیں جو ان کے مسلمان بھائیوں کو۔ اور اگرچہ انصاف بہت مستعدی کے ساتھ نہیں کیا جاتا، لیکن بے رو رعایت کیا جاتا ہے۔

مورخ اسٹینلے لین پول لکھتا ہے: عیسائی آبادی کے ساتھ عثمانی سپاہیوں اور افسروں کا رویہ بہتر تھا، وہ انہیں اہل کتاب کا درجہ دیتے تھے، اور کسی قسم کی سختی نہ کرتے تھے، عثمان کی اسلامی رواداری اور اس کی اچھی حکومت سے متاثر ہو کر کوسہ میکائل نامی عظیم رومی لیڈر اور کمانڈر نے اسلام قبول کر لیا، اور عثمانی حکومت کی توسیع میں نہایت اہم کردار ادا کیا۔ اس عیسائی خاندان نے صدق دل سے اسلام قبول کیا اور رومی جانبازوں کے چھکے چھڑا دئے۔ یہی نہیں بلکہ اور بہت سے عیسائیوں نے اسلام قبول کر لیا۔ یہ اسلام کے اخلاقی اصولوں کی زبردست فتح تھی۔ (سلاطین ترکیہ)

ایشیائے کوچک میں جو عثمانیوں کی طاقت کا مرکز اور ان کا گہوارہ تھا۔ اور جہاں وہ کافی اکثریت میں تھے، سلطان (عبدالحمید) کی عیسائی رعایا کا جائزہ لینے کے بعد لوسگنان لکھتی ہے کہ اعلیٰ عہدوں پر عیسائیوں کی تعداد آئرلینڈ میں کیتھولک نیشنلسٹ مجسٹریٹوں سے کہیں زیادہ ہے اور ملکہ وکٹوریہ حکومت کی بہ نسبت سلطان عبدالحمید کے زیر سایہ مذہب کسی شخص کی ترقی میں بہت کم مانع ہوتا ہے۔ ایشیائی روم میں بہت کم مانع ہوتا ہے۔ ایشیائی روم میں اکثر صوبوں کا انتظام عیسائی گورنروں کے سپرد ہے اور بے شک تکالیف ان ہی گورنروں کے تعصب اور ان کی مذہبی عداوت کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ (لین پول)

جدید عثمانی قانون کی رو سے سرکاری خدمات کے لئے کوئی نسلی و مذہبی امتیاز نہیں ہے۔ ہر شخص کا حق مساوی تسلیم کیا گیا ہے اور سب حکومت کے دفاتر میں بغیر امتیاز مسلم اور غیر مسلم جگہ پا سکتے ہیں۔ (دنیا کا جغرافیہ جدید مرتبہ الیسی الیطس ص ۲۵۸)

دیرینہ، پیچیدہ، روحانی، جسمانی امراض کے خاص معالج
جمال شفاء خانہ رجسٹرڈ
نوشہرہ صدر
دہلی روڈ۔ لاہور کینٹ